10

دل بدلے تو زندگی بدلے

پارٹ-1

دل بدلتا ہے

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دل بدلتا ہے

نگہت ہاشمی

دل بدلتا ہے

نگہت ہاشمی

نام کتاب	:	دل بدلتا ہے
مُصنّفہ	:	نگہت ہاشمی
طبع اوّل	:	اپریل 2007ء
تعداد	:	2100
ناشر	:	النورانٹرنیشنل
لاہور	:	98/CII گلبرگ III فون: 042-7060578-7060579
فیصل آباد	:	103 سعید کالونی نمبر 1' کینال روڈ' فون: 041 - 872 1851
بہاولپور	:	7A' عزیز بھٹی روڈ' ماڈل ٹاؤن اے' فون: 062 - 2875199 2885199' فیکس : 062 - 2888245
ملتان	:	888/G/1' بالمقابل پروفیسرز اکیڈمی' بوسن روڈ' گلگشت فون: 061 - 600 8449
ای میل	:	alnoorint@hotmail.com
ویب سائٹ	:	www.alnoorpk.com

النور کی پراڈکٹس حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں:

مومن کمیونیکیشنز 48-B کرین مارکیٹ بہاولپور

قیمت : روپے

ابتدائیہ

انسان کا دل اللہ تعالیٰ نے کیسا بنایا ہے! جب سے بنا اپنی جگہ پر نہیں ہے، اس وقت سے اثر قبول کر رہا ہے، دھڑک رہا ہے۔ دل سب سے زیادہ متاثر ہونے والی چیز ہے۔ جو یہ کہتا ہے کہ میرا دل متاثر نہیں ہوتا، میں بڑا ہو گیا ہوں، وہ حق پر نہیں ہے، وہ اپنے آپ کو negate کرتا ہے، اپنے معاملات کو negate کرتا ہے اور آپ دیکھیں کہ قلب کس کس چیز کے اثرات قبول کرتا ہے؟

انسان کچھ دیکھے اثر دل پہ پڑے۔

انسان کچھ سنے دل متاثر ہو جائے۔

انسان کچھ بولے دل اثر قبول کر لے۔

انسان کسی چیز کو چھو لے دل متاثر ہو جائے۔

انسان کسی چیز کو سونگھ لے دل بدل جائے۔

اس دل کا کیا کریں؟ اس نے بدلنا ہی بدلنا ہے۔ دل کی فکر کرنی ہے، دل بچانے ہیں، دل بچے گا تو گھر بچیں گے، دل بچے گا تو دنیا بچے گی، لہٰذا دل بچانے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا

ہوتا ہے کہ کیسے بچائیں؟ تو یہ پمفلٹ اسی سوال کا جواب ہے۔ محترمہ نگہت ہاشمی نے بہت ہی خوبصورت اور آسان انداز میں دل پر ہونے والے شیطان کے حملوں اور ان کے اثرات کا تذکرہ کیا ہے۔ اسی پہچان کی آج ہر انسان کو ضرورت ہے کیونکہ آج ہر انسان اپنے دشمن شیطان کے حملوں کی زد میں ہے اور خود کو بچانے کی خواہش بھی رکھتا ہے لیکن اسے یہی پتہ نہیں چلتا کہ وہ اپنے دل کو کیسے بچائے۔ یہ پہچان ہی آج انسانی معاشرے کو تباہی سے بچا سکتی ہے۔

یہ پیغام دل رکھنے والے تمام انسانوں کی ضرورت ہے۔ پمفلٹ اور سی ڈی دونوں صورتوں میں موجود ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانا ہماری ذمہ داری ہے۔ اپنی ذات کو فائدہ پہنچے تو اپنے پیاروں تک اسے ضرور پہنچایئے تاکہ وہ بھی اپنے دلوں کو محفوظ کرنے کے لیے بروقت احتیاطی تدابیر کر سکیں۔

پبلشنگ سیکشن

النور انٹرنیشنل

انسان کا قلب باہر سے اثرات قبول کرتا ہے، ظاہری حواس کے توسط سے بھی اور باطنی حواس کے توسط سے بھی۔

انسان کچھ دیکھے اثر دل پہ پڑے۔

انسان کچھ سنے دل متاثر ہو جائے۔

انسان کچھ بولے دل اثر قبول کر لے۔

انسان کسی چیز کو چھولے دل متاثر ہو جائے۔

انسان کسی چیز کو سونگھ لے دل بدل جائے۔

آپ اپنی زندگی میں تجربہ کرتے ہوں گے، کسی ناگوار بو[smell] پہ آپ کا کیا روّیہ ہوتا ہے؟ آپ ایسی جگہ پر ٹھہر سکتے ہیں؟ ایسے ہی آپ کسی چیز کو چھوئیں اور اس[touch] سے آپ کو نقصان ہونا ہو مثلاً آپ مائیک کی مثال لے لیں، آپ کو اچانک کرنٹ محسوس ہوتا ہے تو آپ کا رویہ بدلتا ہے؟ آپ کے اندر اتنی شدت سے یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ چھوڑ دیں، کہاں سے یہ بات آئی کہ اب چھوڑ دینا ہے؟ بیرونی حالات کی وجہ سے اندر بدل جاتا ہے، جو کچھ باہر سے ہمارے وجود پہ اثر انداز ہوتا ہے اس کی وجہ سے دل متاثر ہوتا ہے اور دل بدلتا ہے تو زندگی بدل جاتی ہے۔

ہم کیا کریں؟ بنیادی بات سمجھنے کی یہ ہے کہ بیرونی عوامل ہم پر کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں؟ ہمیں ان سے بچنے کی کیوں ضرورت ہے؟ میں ربّ العزت کی بات آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں:

اِنَّ السَّمۡعَ وَالۡبَصَرَ وَالۡفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنۡہُ مَسۡئُوۡلًا (بنی اسرائیل:36)

''یقیناً آنکھ، کان، اور دل سب ہی کی باز پرس ہونی ہے۔''

ہر ایک جواب دہ ہے۔ یہ جو رب نے حکم دیا ہے کہ نظر جھکالو تو کیوں؟ دل کی حفاظت کے لیے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

؎ نظر پاک ہے تیری تو دل بھی پاک ہے تیرا
کہ حق نے کیا ہے نظر کو دل کا پیرو

نظر کی پاکیزگی دل کی پاکیزگی کا سبب بنتی ہے۔ سماعت کی پاکیزگی دل کی پاکیزگی کا سبب بنتی ہے۔ اسی لیے ربِ رحمان نظر بچانے کی تلقین کرتا ہے، سماعت بچانے کی، زبان کی حفاظت کرنے کی کہ آپ کا دل خراب ہوگا، آپ خراب ہو جاؤ گے، آپ کی زندگی خراب ہو جائے گی۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اتنے Confident ہیں، ہم بڑے ہو گئے ہیں، سمجھدار ہیں، ہم پر بیرونی حالات اثر انداز نہیں ہوتے۔ یہ حق سے ہٹی ہوئی بات ہے۔ آپ دیکھیں جب کبھی آپ touch کرتے ہیں اور کسی چیز سے کرنٹ آرہا ہو تو وہ یہ نہیں دیکھے گا کہ کون کم سن ہے؟ اور کون عمر میں بڑا ہے؟ کرنٹ تو ہر ایک کو لگ سکتا ہے، چھونے کے اثرات شدید بھی ہو سکتے ہیں اور ہلکے بھی، یہ ممکن نہیں کہ اثرات ہی نہ ہوں۔ جو تصویر ہماری نظر کے ذریعے پردۂ بصارت پر پڑتی ہے، وہ دل کے اوپر نقش ہو جاتی ہے اور اثر رکھتی ہے، ناممکن ہے کہ

انسان جو کچھ دیکھے اس کا اثر قبول نہ کرے، اثر ہوتا ہے، یہ اور بات ہے کہ کسی پر بہت جلدی، کسی پر دیر سے، کسی پر زیادہ اور کسی پر کم لیکن اثر ہوتا ہے۔

میں نظر کی بات آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں۔ ایک عرب لڑکے کی بات کسی نے لکھی جو مؤذن تھا، اذان دینے کے لیے مسجد کے مینار پر چڑھا اور نظر نیچے پڑ گئی، ساتھ میں کسی عیسائی لڑکی کا گھر تھا، اس کو دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔ مسجد کے مینار سے اتر کر نماز پڑھنے کی بجائے اس کے پاس جا پہنچا، جا کر سچی بات کہی کہ میں متاثر ہوں، نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ لڑکی نے کہا کہ ممکن نہیں، عیسائی ہو جاؤ اور یہ بات ان کے درمیان چلتی رہی۔ آخرِ کار لڑکے نے عیسائی ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے والا کس کی بڑائی کا شکار ہو گیا! جس کے پاس کوئی بڑائی ہی نہیں، مٹی کا بنا ہوا انسان، مٹی ہو جانے والا ہے، وہ ہمیشہ رہنے والے رب کو چھوڑ کر کس کے پیچھے چل دیا! ہوا یوں کہ وہ اپنے گھر کی چھت پہ چڑھا، پاؤں پھسلا، نیچے گرا اور مر گیا اور معاملہ پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا۔

دیکھئے اسلام سے عیسائیت تک پہنچانے والی کیا چیز ہے؟ 'نظر'۔ اس کی حفاظت کا رب نے اسی لیے حکم دیا ہے کہ یہ انسان کے دل کو خراب کرتی ہے، متاثر کر سکتی ہے۔ اسی لیے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

> ''نظر ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے، جو شخص مجھ سے ڈر کر اس کو چھوڑ دے گا، میں اس کے بدلے اُسے ایسا ایمان دوں گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں پائے گا۔'' (طبرانی)

پھر آپ دیکھیں جو کچھ انسان سنتا ہے، اثر کرتا ہے۔ جب بھی انسان تھوڑا سا غافل ہوتا ہے، سنی ہوئی بات اس کی زبان پر آجاتی ہے۔ ایک فقرہ جو انسان سنتا ہے غیر محسوس طور پر کس طرح سے دل میں جگہ بنا لیتا ہے، اچانک زبان سے جب slip ہوتا ہے تو انسان خود

ہی حیران ہوتا ہے کہ یہ کہاں سے آ گیا؟ پتہ چلتا ہے کہ یہ سنا تھا، اس پر غور نہیں کیا، توجہ نہیں دی لیکن اندر وہ تھا، جگہ بنا گیا۔لہٰذا سماعتوں کی فکر کرنی ہے، بصارت کی فکر کرنی ہے، نظر کی حفاظت کرنی ہے، کان یہ حق رکھتے ہیں کہ ان سے جو کچھ اندر جائے وہ حق بات ہو، ناحق نہ ہو کیونکہ ناحق نے تو دل کو پکڑ لینا ہے، کانوں کے ذریعے جو ناحق جائے گا دل پر باطل اثرات اور سیاہی ہی مرتب کرے گا اور دل کو سیاہ کر دے گا۔

کچھ لوگوں کو یہ اختلاف ہوتا ہے کہ آخر اسلام میوزک کے حق میں کیوں نہیں ہے؟ اسلام ایسی باتیں کرنے کی جازت کیوں نہیں دیتا جن سے ہم وقتی طور پر ہی سہی لیکن تھوڑا ہلکا پھلکا محسوس کرتے ہیں، اپنے آپ کو خوش کرتے ہیں؟ جیسے کتھارسس [Catharsis] کے لیے لوگ غیبتیں کرتے ہیں، اسی طرح سے گپ شپ۔لغو، لایعنی، بے مقصد چیز کانوں سے اندر چلی گئی تو پوری زندگی بے مقصد ہو جائے گی، اس لیے کہ بے مقصد بات سے دل کے اندر بے مقصدیت اترتی ہے اور کچھ چیزیں تو ایسی ہوتی ہیں کہ جو دل کو بالکل الٹ پلٹ کر رکھ دیتی ہیں اور انسان اتنا ناقابلِ اعتبار ہے کہ نہ بدلے تو بھلے سے ساری زندگی نہ بدلے اور بدلنے پہ آئے تو ایک لفظ سے بدل جائے۔ یہ بات صرف برائی کے معاملے میں نہیں ہے، اچھائی کے معاملے میں بھی ہے۔انسان کو سنی ہوئی بات appeal کرتی ہے، اس کے دل پر اثر کرتی ہے، لہٰذا جو بات کانوں سے سنی جائے، کوئی گیت، کوئی بول، کوئی ایسا مقام جہاں پر ایسی ڈسکشن چل رہی ہو، کچھ بھی جو لغو ہے، لایعنی ہے، ایک مومن کے لیے، اللہ والے کے لیے، آخرت کی کامیابی کی فکر کرنے والے کے لیے وہ مہلک ہے، زہر کی طرح ہے۔مومنوں کی خصوصیات اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہیں:

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا (الفرقان:72)

”اور کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہو جائے تو شریف آدمیوں کی طرح گزر جاتے ہیں۔“

پھر رب کا یہ حکم کہ:

وَاِذَا رَاَيۡتَ الَّذِيۡنَ يَخُوۡضُوۡنَ فِىۡۤ اٰيٰتِنَا فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ حَتّٰى يَخُوۡضُوۡا فِىۡ حَدِيۡثٍ غَيۡرِهٖ‌ ؕ وَاِمَّا يُنۡسِيَنَّكَ الشَّيۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّكۡرٰى مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ (الانعام:68)

’’اور (اے محمد ﷺ !) جب تم دیکھو کہ لوگ ہمارے آیات پر نکتہ چینیاں کررہے ہیں تو ان کے پاس سے ہٹ جاؤ یہاں تک کہ وہ اس گفتگو کو چھوڑ کر دُوسری باتوں میں لگ جائیں اور اگر کبھی شیطان تمہیں بھلاوے میں ڈال دے تو جس وقت تمہیں اس غلطی کا احساس ہو جائے اس کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھو۔‘‘

اب آپ عملی زندگی میں دیکھیں کہ کہاں کہاں لغو، لا یعنی، بے مقصد باتیں ہوتی ہیں؟ آپ نے کبھی کوئی بے مقصد بات کی ہے؟ کوئی لا یعنی بات سنی ہے؟ کب کب سنتے ہیں؟ آج آپ مشاہدہ کیجئے گا، یہاں سے اٹھنے کے بعد، باہر نکلتے ہوئے، سفر کرتے ہوئے، لوگوں سے بات کرتے ہوئے، گھر واپس آ کر، پھر اسی طرح صبح اٹھنے کے بعد۔ انسان اپنی ضرورت کی بات چیت تو ظاہر ہے کرے گا ہی لیکن یہ کوئی ضروریات ہیں جن پر ہم باتیں کرتے ہیں یا سنتے ہیں؟ ضروری بات چیت چاہے وہ اپنی بنیادی ضروریات [basic necessities] کے حوالے سے ہو، انفرادی زندگی کے حوالے سے ہو یا اجتماعی زندگی کے حوالے سے، کی جا سکتی ہے کوئی پابندی نہیں۔ پابندی تو صرف نقصان دہ امور کے حوالے سے ہے۔ ہم یہی فرق نہیں کرتے کہ ہمیں نقصان کہاں سے پہنچتا ہے؟ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جو بات ہمارے دل کے اندر آ گئی ہے اسے کر ڈالو کوئی حرج نہیں، جو کسی کے دل میں آ گئی اس نے سنا دی تو کوئی حرج نہیں حالانکہ اسی سے انتشار پیدا ہوتا ہے، آندھیاں چلتی ہیں ذہن کے اندر، جھکڑ چلتے ہیں

اور اندر خالی ہو جاتا ہے، ایسا لگتا ہے کہ جیسے انسان کے اندر جو علم کی روشنی آئی تھی اس کو ایک ایک بات مدھم کر دیتی ہے، داغ بن کر چپک جاتی ہے۔اس طرح انسان اندر سے کھوکھلا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔باتیں بہت کھوکھلا کرتی ہیں جو انسان سنتے ہیں اور پھر میوزک کی تو کیا ہی بات ہے! میوزک کے حوالے سے انشاء اللہ تعالیٰ پھر کبھی ہم تفصیل سے بات کریں گے لیکن چھوٹی سی بات یہ کہ آپ خود سوچیں کہ کیا میوزک میں اثر پذیری کی صلاحیت ہے؟ اتنی اثر پذیری کسی چیز میں نہیں، جتنی غنائیت میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ (بخاری:7527)

''وہ ہم میں سے نہیں ہے جس نے غنائیت سے قرآنِ حکیم کو نہ پڑھا۔''

غنائیت اثر کرتی ہے، خوبصورت آوازیں اثر کرتی ہیں، خوبصورت بول اثر کرتے ہیں۔ ذرا سوچئے کہ عموماً جو گیت سنے جاتے ہیں، انگلش، فرنچ، اردو، پنجابی، کسی بھی زبان میں تو پیغام کیا ہوتا ہے؟ ایک لفظ میں بتانا چاہیں تو ''شہوت''۔ پھر بتائیں کہ اس نے دینا کیا ہے؟ اندر کیا بھرے گا؟ دل کے اوپر کس چیز کا اثر ہوگا؟ شہوت سے بھر دے گا، خواہشات کی محبت سے، بے حیائی سے دل کو بھر دے گا۔ اب آپ یہ بتایئے کہ رب نے ہم پر رحمت کی ہے یا یہ کوئی پابندی ہے؟ یہ تو رحمت ہے، اسے Blessing سمجھیں۔ یہ تو یوں ہی ہے کہ کوئی بچہ آگ میں گرنے لگے تو اسے پکڑ کر بچالیں کہ نقصان ہو جائے گا، بچہ جل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تو جل جانے سے بچایا ہے کہ اس سے زندگی کو آگ لگ جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جہنم کی آگ تو موت کے بعد ہے لیکن یہ آگ دنیا میں انسان کی زندگی کو لگ جاتی ہے۔

انسان کے خیالات کو آگ لگ جاتی ہے۔

اس کے افکار کو آگ لگ جاتی ہے۔

اس کی حیا کو آگ لگ جاتی ہے۔

اس کی پاکدامنی کو آگ لگ جاتی ہے۔

اس کے رویوں کو آگ لگ جاتی ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ پوری زندگی کسی نے کنٹرول کر لی، پوری زندگی پر شہوت کا غلبہ ہو جاتا ہے، خواہشات کا غلبہ ہو جاتا ہے اور انسان چونکہ چلتا اپنے دل کے پیچھے ہے، جو خیال، جو فکر، جو احساس اس کے اندر آ گیا، اس کا ذہن پر، قلب پر غلبہ ہو جاتا ہے تو انسان وہی کام کرنے شروع کر دیتا ہے۔ اس وجہ سے رب روکتا ہے کہ آپ نے اپنی سماعت کی حفاظت کرنی ہے۔ کان سنیں تو ایسی آوازیں جن کی وجہ سے دل رب کی طرف مائل ہو جائے، رب کے لیے جھک جائے۔ اگر آپ کا دل چاہتا ہے کہ دل رب کے لیے جھکا رہے تو کان استعمال کریں، انشاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہوگا۔ کانوں سے کثرت کے ساتھ رب کی باتیں سنیں گے تو دل رب رب کرے گا اور اگر کچھ اور سنیں گے تو پھر دل وہی الاپنا شروع کر دے گا۔

USA کی ایک خاتون کے بارے میں بتایا گیا جو میوزک ترتیب دیتی ہیں کہ ڈرائیونگ کے دوران ان کا میوزک سننے پر پابندی لگ گئی ہے کیونکہ ان گاڑیوں کے ایکسیڈینٹ ہوتے تھے جن میں بھی وہ ٹیپ لگتی تھی۔ یعنی یہ انسانوں کو تباہی سے، بے حیائی سے بچانے کے لیے نہیں، ان کی زندگی بچانے کے لیے، Physical life بچانے کے لیے پابندی لگائی گئی ہے۔ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ میوزک انسان کی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے؟ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ میوزک کے بہت گہرے اثرات ہیں۔ یہ تو آپ کسی مثال کے بغیر بھی تسلیم کریں گے کہ واقعی دل پر اثر ہوتا ہے اور یہ دوسری بات بھی مشترکہ طور پر سامنے آئی کہ میوزک کے ذریعے سے جو پیغام دیا جاتا ہے وہ مثبت [positive] نہیں ہوتا، اس کے دل پر غلط اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ پھر دل جب شہوت کے تابع ہو جاتا ہے تو عقل اسی طرف چلاتی ہے، عقل غلام ہو جاتی ہے، پھر کام خراب ہو جاتا ہے۔

ہم نے دوحواس دیکھے: آنکھ اور کان، اب زبان کو دیکھیں۔زبان اگر اچھی بات کرے تو اس سے وہ فائدہ حاصل ہوتا ہے جو کسی اور چیز سے حاصل نہیں ہوتا لیکن زبان زخم لگانے پہ آجائے تو تلوار سے بھی گہرے زخم لگاتی ہے۔اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

مَنْ يَّضْمَنْ لِّيْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ لَّهُ الْجَنَّةَ

(بخاری:6474)

''تم مجھے دو چیزوں کی حفاظت کی ضمانت دے دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں: ایک تمہاری زبان اور دوسری شرمگاہ۔''

زبان کیا کرتی ہے؟ جھوٹ بولتی ہے، غیبت کرتی ہے، طعنے دیتی ہے، لعن طعن کرتی ہے، بدکلامی کرتی ہے، فحش کلامی کرتی ہے لیکن اگر آپ اس کو شفٹ[shift] کرنا چاہیں تو زبان کیا کر سکتی ہے؟ جھوٹ کی بجائے سچ بول سکتی ہے، فحش کلامی کی بجائے اچھا کلام، رب کا کلام بول سکتی ہے، غیبت کی بجائے دوسروں سے تعلقات بہتر بنانے کے لیے رہنمائی کر سکتی ہے، طعنے دینے کی بجائے کسی کے دل کو خوش کرنے والا فقرہ ادا کر سکتی ہے۔اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ سُرُوْرٌ تُدْخِلُهُ عَلٰى مُسْلِمٍ (صحیح الجامع الصغیر رقم:176)

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل کسی مومن کے دل کے اندر خوشی کا داخل کرنا ہے۔''

زبان اس خوشی کو داخل کرنے کے لیے کیسا کردار ادا کرتی ہے؟ آپ نے تجربہ کیا ہوگا کہ زبان سے جو نکلے، ایسا لگتا ہے کہ دل کے اوپر لکھا گیا اور اب کبھی محو[Remove] نہیں ہونا۔زبان تو ایسی چیز ہے کہ اس سے جو کچھ نکلتا ہے کان سن لیتے ہیں، تو زبان کا بھی اثر ہو

رہا ہے، کان کا بھی ہو رہا ہے اور آپ کسی سے کہہ رہے ہیں تو اس کے کانوں کے توسط سے اس کے دل پر بھی اثر ہو رہا ہے اور پھر آپ اس کا رسپانس[response] دیکھیں، بات آپ نے کی جواباً پلٹ کر آئی تو اس کا اثر ہے۔ لہٰذا زبان کی حفاظت کی بہت ضرورت ہے۔ اس زبان سے مردوں کے ساتھ شیریں کلامی کرنے کی اجازت کیوں نہیں؟ لوچ دار زبان میں بات کرنے کی اجازت کیوں نہیں؟۔۔۔ اسی وجہ سے کہ آپ کریں گے تو آپ کا دل پکڑا جائے گا، اثر قبول کرے گا اور آپ حیا سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے، آپ کے قدم غلط راستے پر پڑ جائیں گے، آپ کے قدم بہک جائیں گے، آپ بھٹک جائیں گے۔

اسی طرح سے انسان جس چیز کو سونگھتا ہے، اس کی وجہ سے اس پر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ پھر جیسے وہ touch کرتا ہے، آپ کہیں گے کہ چھونا کیسے دل پر اثر انداز ہوتا ہے؟ آپ کسی سے سلام لیں اور کوئی ٹھنڈا برف ہاتھ یوں آپ کو پکڑا دے جیسے ٹھنڈا ٹھنڈا مینڈک پکڑ لیا ہو تو آپ کو کیسا لگے گا؟ کوئی آپ سے گرمجوشی سے ہاتھ ملا رہا ہو تو ایسا لگتا ہے جیسے لہریں transfer ہو رہی ہوں۔ لہٰذا ہاتھ ملانے سے فرق پڑتا ہے، اچھا محسوس ہوتا ہے یا برا۔ نبی ﷺ نے کیا فرمایا:

اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ (مسلم:194)

''آپس میں سلام پھیلاؤ۔''

یہ دل کی بات دل تک پہنچانے کا مؤثر ذریعہ ہے۔ ایک بچی نے بتایا کہ ہماری فیملی میں یہ ٹرینڈ ہے کہ ہم اپنے مرد کزنز سے تو ضرور سلام لیتے ہیں ورنہ سب بہت مائنڈ کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اگر سلام نہ لیں تو وہ مائنڈ کرتے ہیں اور اگر سلام لے لیں تو اللہ تعالیٰ مائنڈ کرتا ہے۔ اب بتاؤ کس کی زیادہ پرواہ ہے؟ کہنے لگی کہ بس لوگوں کی زیادہ پرواہ ہے اس لیے معذرت کہ سلام لینے کے علاوہ ہمارے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں لیکن الحمدللہ کچھ عرصے بعد

مردوں سے سلام لینا چھوٹ گیا۔

آپ خود دیکھیں کہ اگر کوئی سلام لے رہا ہے، ایک عورت مرد سے لے رہی ہے، مرد عورت سے تو اس کے اثرات اس کے اوپر مرتب ہوتے ہیں، دل کے اوپر بھی مرتب ہوتے ہیں اور اچھے احساسات پیدا ہوتے ہیں، پھر یہ کہ اسی touch سے بُرے احساسات بھی دل کے اندر پیدا ہوتے ہیں۔ یہ شہوت کو یہ تحریک دینے والی چیز ہے۔کسی کے ہاتھ کو اگر آپ اچھے طریقے سے touch کرتے ہیں تو اس کی وجہ سے دوسرے کے دل میں soft feelings ضرور پیدا ہوتی ہیں، تو یہ بنیادی طور پر دروازہ کھولنے والی چیز [Door opener] ہے۔ ایک دفعہ یہ دروازہ کھل جائے پھر بند نہیں ہوتا، باہر تو آندھیاں منتظر ہیں کہ دروازہ کھلے اور دل کی پوری بستی گرد آلود ہو جائے، گرد و غبار سے بھر جائے۔ پھر آپ بچ نہیں سکتے، جتنی جی چاہے صفائیاں کر لیں، وہ دروازہ آپ بند کرنے کی کوشش کریں گے اور باہر کے جھکڑ تیز ہیں، سب کچھ دل کے اندر آئے گا، پھر بند کرنا بہت مشکل ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ، وہ محبت کرنے والا رب ہے، وہ چاہتا ہے کہ میرے بندے بچ جائیں، ان کے اندر آندھیاں، جھکڑ نہ چلیں، ان کے قلب کو بچالیا جائے اور محفوظ کر لیا جائے۔

ہم نے پانچ حواس کی بات دیکھی، بہت طویل بات چیت ہے، آپ اس پہ جتنا غور و فکر کریں گے آپ کو مثالیں ملتی چلی جائیں گی اور آپ خوب اچھی طرح سے سمجھ سکیں گے کہ میں نے نیکی کے راستے پر چلنے اور برائی سے بچنے کے لیے اپنے ظاہری حواس کی کس طرح سے مدد لینی ہے۔اب تک کی جو بات ہم نے دیکھی ہمیں کیا پتہ چلا؟ دل بدلتا ہے، اثر قبول کرتا ہے، لہٰذا دل کو منفی طور پر متاثر نہیں ہونے دینا۔ (انشاءاللہ تعالیٰ)

اب دوسری بات ہم دیکھتے ہیں باطنی حواس کے حوالے سے، کیا اس حوالے سے دل اثر قبول کرتا ہے؟ کیا ایک خیال زندگی پر اثر ڈالتا ہے؟ آپ کے دل کے دروازے پر کسی

خیال نے دستک دی، آپ نے پوچھا: ''کون؟'' تو آپ کو پتہ چل گیا کہ یہ کون ہے اور اگر آپ نے نہ پوچھا کہ کون ہے؟ تو ہو سکتا ہے کہ دروازہ خود ہی کھل جائے یا آپ خود کھول دیں بغیر پوچھے، بس خیال کے بعد اگلا معاملہ اب آپ کے کنٹرول میں نہیں ہے، اب وہ بات ذہن کے ساتھ چپک جائے گی۔ مسلسل اذیت! کیا صحیح ہے؟ کیا غلط؟ اندر سارا اتھل پتھل ہو جائے گا، کوئی چیز ٹھکانے نہیں رہے گی، جسے صحیح سمجھتے رہے وہ بھی غلط لگے گا۔ یوں ایک خیال کی وجہ سے باقی سارے معاملات بھی خراب ہونے لگتے ہیں۔ انسان ماحول کے اندر misfit ہونے لگتا ہے اور واقعی جب ایک چیز ذہن کے ساتھ چپک جاتی ہے تو آپ جو کچھ بھی کر رہے ہیں تھوڑی دیر بعد وہ پھر سامنے ہے، آپ اعوذ باللہ پڑھ کر بیٹھے ہیں، وہ پھر سامنے آجاتا ہے۔ ایسے ہی جیسے نیٹ [net] پہ کام کرتے ہوئے آپ چاہتے ہیں کہ اب کوئی اور سلسلہ نہ ہو، restricted کر دیں تو آپ کے لئے آسانی ہو جاتی ہے ورنہ ایک کے بعد ایک تکلیف دہ صورتحال سامنے آتی چلی جاتی ہے۔ آپ شیئر کریں کہ کیسے خیالوں کی طرح یہ چیزیں بھی کود کود کر entry دیتی ہیں؟

طالبہ: کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ بہت ساری ویب سائٹس ایسی ہوتی ہیں کہ وہ خود pop up ہو کے سامنے آتی ہیں جو آپ کے دیکھنے والی نہیں ہوتیں تو ان کو بلاک کر دیتے ہیں۔

استاذہ: اچھا فرض کریں کہ آپ اسے بلاک نہیں کرتے، پھر کیا ہوتا ہے؟ کیا آپ کے کام کرنے میں کوئی رکاوٹ [disturbance] ہوتی ہے؟

طالبہ: مثال کے طور پر آپ بیٹھے اپنی کوئی فائل چیک کر رہے ہیں یا search کر رہے ہیں تو ایک دم ایسا ہوتا ہے کہ نیچے سے ایک فائل کھلتی ہے اور آپ کی فائل کے اوپر آجاتی

ہے۔آپ جو دیکھ رہے ہیں اس میں disturbance ہوگئی،آپ اس کو بند کرتے ہیں، دو سیکنڈ گزرتے ہیں وہ پھر اُبھر کر سامنے آجاتی ہے، پھر آپ کی توجہ متاثر ہو گئی، پھر تیسری دفعہ سامنے آجاتی ہے، لہٰذا اس کو بلاک کرنا پڑتا ہے۔

استاذہ: یعنی جب تک آپ بلاک نہیں کرتے ڈسٹرب ہی رہتے ہیں تو یہ بات سمجھ لیں کہ خیالات کا سلسلہ آپ نے اپنے کنٹرول میں رکھنا ہے۔ خیالات کا کنٹرول روم آپ کے اندر ہے۔اس کا نام کیا ہے؟''قلب''۔خیالات قلب کے اندر ہی آتے ہیں ناں! وہی کنٹرول روم ہے لیکن اگر کنٹرول روم کا کنٹرول ختم ہو جائے تو ظاہر ہے کہ پھر آپ خود ہی پریشان ہوں گے۔ لہٰذا Handle with care، بڑی توجہ کی ضرورت ہے، غفلت نقصان دہ ہے، کام خراب ہو جائے گا۔

آپ کے اندر کوئی خیال خود سے کیسے آجائے؟ آپ نے آنے دیا ہے تو آیا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ اچانک خیال آجائے پھر میں کیا کروں؟ آخر آنے کیوں دیا تھا؟ بعد والی باتیں تو پھر مشکل ہو جائیں گی۔ رسول اللہ ﷺ کی کتنی پیاری نصیحت ہے کہ خیال کے آتے ہی **اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ** پڑھ لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاِمَّا یَنۡزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰہِ (حٰمٓ السجدہ:36)

''اور اگر تم شیطان کی طرف سے کوئی اُکساہٹ محسوس کرو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لو۔''

یہ پناہ کب مانگنی ہے؟ خیال کے آنے پر۔ خیال کے جانے کے بعد بھی مانگی جاسکتی ہے لیکن سو فیصد فائدہ اس وقت ہوتا ہے جب خیال آنے لگتا ہے، آپ جگہ نہ دیں، [no vacancy] کا بورڈ لگا دیں، یہ بورڈ لگائیں گے تو امن میں آئیں گے۔ دیکھیں دنیا میں بدامنی ہو تو ہمیں بڑی چبھتی ہے کہ ماحول میں بڑی بدامنی ہے، ہم سکون میں نہیں۔ کسی شہر

کے اندر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چوریاں ڈاکے بہت ہونے لگتے ہیں، سب لوگ بہت خوف کھا جاتے ہیں کہ جانے اب کیا ہونے والا ہے؟ کپاس کے علاقوں[cotton areas] میں جب کپاس گھر آتی ہے اور اس کی خرید وفروخت کا سلسلہ ہوتا ہے تو ان دنوں شہر میں چوریاں ڈاکے زیادہ بڑھ جاتے ہیں، کیوں؟ اس لیے کہ ہر ایک کو پتہ ہوتا ہے کہ اب یہاں حالات کافی سازگار ہیں، یہاں سے بہت کچھ لوٹا جا سکتا ہے تو شہر لٹیں، انسان مالی طور پر لٹے، بڑا افسوس ہو کہ بدامنی بہت ہے۔ پھر انسان کہتا ہے کہ یہ پولیس والے کیا کر رہے ہیں؟ حکومت کی طرف سے اقدامات کیوں نہیں کیے جا رہے؟ پھر وہ پریشان ہوتا ہے تو اس طرف توجہ کرتا ہے، اخباروں میں آرٹیکل لکھے جاتے ہیں، حکومتی ایجنسیاں حرکت میں آتی ہیں، پھر چور ڈاکو کسی حد تک کنٹرول ہو جاتے ہیں۔

بیرونی ریاست اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کرے تو ہمیں بہت محسوس ہوتا ہے، ہم کہتے ہیں فلاں ڈیپارٹمنٹ کی خرابی ہے، پولیس والوں کی خرابی ہے، یہ ساتھ مل جاتے ہیں، یہ خود چوریاں کرواتے ہیں۔ کبھی آپ کے دل میں یہ خیال آیا ہو یا آپ کو پتہ چلا ہو کہ پولیس والے چوریاں کرواتے ہیں واللہ اعلم لیکن یہ بات زبان زدِ عام ضرور ہے تو آپ دیکھیں کہ دل کی ریاست ہے، آپ کا دل حکمران ہے اور دل خود چوریاں کرواتا ہے، دل خود ڈاکے ڈلواتا ہے، care نہیں کرتا، خیال نہیں کرتا کہ مجھے کس کو اندر آنے دینا ہے؟ اور کس کو نہیں آنے دینا؟ اگر آپ کسی چور ڈاکو کو اجازت دے دیں کہ وہ اندر آ جائے تو باقی کام کسی کو کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، باقی کام تو چوروں نے کرنا ہے، ڈاکوؤں نے کرنا ہے، آپ نے تھوڑا ہی کرنا ہے! اسی طرح اگر آپ نے خیال کو اندر آنے دیا تو وہ نیکی کا سارا صفایا کر جائے گا۔ اس وجہ سے اگر خیال برا ہے تو آنے نہیں دینا۔

طالبہ: ویب کی مثال میرے ذہن میں آ رہی تھی کہ کبھی کبھار جو Messages آپ کو آتے

ہیں ان کو اگر کلک [click] کر لیں تو ان میں وائرس ہوتا ہے جو آپ کی پوری windows کو خراب کر جاتا ہے۔ میرے ذہن میں آ رہا تھا کہ اسی طرح سے ذہن میں آنے والے پیغامات کو آپ open کر لیں تو آپ کے اندر وائرس develop ہو جاتا ہے۔

استاذہ: Message اوپن کرنے کو جی بہت چاہتا ہے۔ یہ کیا ہے؟ تجسس، پتہ لگ جائے کہ کیا ہے؟ اور ذہن میں بھی جو خیالات آتے ہیں بعض اوقات پیغامات کی شکل میں آتے ہیں۔ انسان کا جی چاہتا ہے کہ اس کی اصل حقیقت کا پتہ چلا لوں، کوئی بات کہاں تک درست ہے؟ اور بعض اوقات کوئی خیال اس صورت میں آتا ہے جس کو انسان آگے لے کر چلنا چاہتا ہے۔ باہر کے پیغام کو open کرنے کے اور طریقے ہوتے ہیں اور اندر کے پیغام کو open کرنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ آپ اپنے ذہن کے اندر اسے جگہ دیں، سوچنا شروع کر دیں اور کھڑکیاں کھلنی شروع ہو جاتی ہیں، بند ہی نہیں ہوتیں اور پھر بند کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا خیال آنے نہیں دینا، ہے بہت مشکل کام اور بہت آسان بھی ہے، اللہ تعالیٰ کی مدد سے آسان ہو جاتا ہے اور دنیا میں کتنے ہی ایسے افراد گزرے ہیں جنہوں نے اپنے خیالات کو قابو میں رکھا۔ کس کس نے اپنے آپ کو قابو میں رکھا؟ انبیاء علیہم السلام نے قابو میں رکھا اور صالحین نے، جتنے افراد بھی اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ تھے، ان لوگوں نے ایک controlled lif e گزاری ہے، اپنے اوپر فتح حاصل کر کے جئے ہیں، انہوں نے غلامی کی زندگی نہیں گزاری اور دنیا کے لیے مثال بن گئے۔

دنیا میں جس کسی نے بڑا کام کیا، بات فقط اب نیکی کے میدان کی نہیں ہے، جس کسی نے بڑا کام کیا اس نے اپنے اوپر فتح ضرور حاصل کی، خود کو کنٹرول کیا۔ کنٹرول کرنے کا کام

اور افراد بھی کرتے ہیں۔سائنس دانوں کی مثال دیکھ سکتے ہیں، تحقیق کرتے ہوئے اگر آپ کے ذہن میں کوئی اور خیال آتا ہے تو آپ disturb ہو جاتے ہیں اور کام آگے نہیں بڑھتا، تجربات کرتے ہوئے آپ آگے نہیں جاسکتے۔آپ نے امتحان دینا ہے تو آپ اپنے خیالات کو پیچھے کر دیتے ہیں کہ اب نہیں پھر، ابھی وہ وقت نہیں۔اسی طرح آپ کسی سے سیریس [serious] نوعیت کی بات کرنے لگتے ہیں اور آپ کے ذہن میں کوئی خیال آتا ہے تو آپ جھٹک دیتے ہیں کہ ابھی نہیں، موقع نہیں ہے۔اس کا مطلب کیا ہے؟ کہ ایک انسان اپنی زندگی میں ہمیشہ ہی اپنے خیالات کا غلام نہیں رہتا، چاہے تو کنٹرول کر سکتا ہے، کنٹرول کرنا اس کے بس میں ہے، اختیار میں ہے۔

جو دستکیں دل پر ہوتی ہیں دو طرح کی ہیں: ایک دستک شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ اس دستک پر اگر رسپانس [response] کر دیں تو وسوسہ دل کے اندر آجاتا ہے، جب وہ باہر ہوتا ہے تب بھی پتہ چلتا ہے کہ لیکن اس پتہ چلنے سے آپ کو نقصان نہیں ہو رہا ہے، آپ نے رَد [reject] کر دیا، قبول [accept] نہیں کیا، اب پریشان نہیں ہونا کہ آیا کیوں تھا؟ وہ آرہا تھا، آپ نے جواب دے دیا، اب آپ نے اس کے اوپر مزید غور و فکر کر کے کیا کرنا ہے؟ تو ایک دستک شیطان دیتا ہے، ایک دستک رحمان کی جانب سے ہوتی ہے جو فرشتہ دیتا ہے۔ثبوت کے طور پر آیت آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِىْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (حم السجدہ:30)

”جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے اور پھر اس پر ثابت قدم رہے، یقیناً ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ نہ ڈرو، نہ غم کرو اور

خوش ہو جاؤ اس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے''۔

یہ کس کو کہا؟ کہاں سے آواز آئی؟ کہ خوف نہ کھاؤ، نہ غم کھاؤ۔ یہ دستک قبول کرنی ہے، یہ دستک ایسی نہیں ہے جس پر دروازہ نہ کھولا جائے، دل کے دروازے کھول دیں۔ جب جنت کی خوشخبری ملے تو دروازہ کھول دیں۔ آپ اس وقت بھی دروازہ بند رکھتے ہیں کہ نہیں نہیں، ہم تو اس قابل نہیں ہیں کہ ہمیں جنت کی خوشخبری ملے۔ اب دروازہ کھولنا ہے۔ یہ دوسری دستک الہام ہے، دل کے اندر ڈالا جانے والا خیال جو باہر سے آتا ہے۔ تو دستکیں دو طرح کی ہیں: ایک وسوسہ اور دوسری الہام۔

جب بھی دستک ہوتی ہے دل conscious ہو جاتا ہے، بدل جاتا ہے۔ دستک سے دل کے اوپر اثر پڑتا ہے۔ جب میری بیٹی پیدا ہونے والی تھی تو ڈاکٹر نے under observation رکھا، پھر میرا موڈ لائٹ رکھنے کے لیے مجھے کہنے لگیں کہ آپ کو اس آلے سے دکھاؤں کہ انسان کا بچہ کیسے اثر قبول کرتا ہے؟ اس کا دل کیسے متاثر ہوتا ہے؟ باہر کسی قسم کی حرکت پر بچے کی دل کی دھڑکن کو Observe کیجئے گا۔ ہوا یہ کہ باہر سے بہت تیز ہارن کی آواز آئی تو ایک دم دل کی دھڑکن اوپر نیچے، اوپر نیچے ہوئی اور پھر دل آہستہ آہستہ نارمل ہو گیا، پھر کسی نے knock کیا تو تھوڑا سا دل متاثر ہوا، ابھی بچے کی عمر ہی کیا ہے؟ دل تو ماں کے پیٹ کے اندر ہی سے متاثر ہونا شروع ہو جاتا ہے، اثر قبول کرتا ہے۔ ماں جو سوچے وہ بچے کے دل پر اثر انداز ہو، ماں جو کام کرے وہ بھی بچے کے دل پر اثر انداز ہو۔

انسان کا دل اللہ تعالیٰ نے کیسا بنایا ہے؟ جب سے بنایا ہے اس وقت سے اپنی جگہ پر نہیں ہے، اس وقت سے اثر قبول کر رہا ہے، دھڑک رہا ہے اور اللہ کے رسول ﷺ اس دل کے بارے میں کتنے conscious تھے؟

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ : اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ

ﷺ یَقُوْلُ : اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ آدَمَ کُلَّھَا بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ کَقَلْبٍ وَّاحِدٍ یُّصَرِّفُهُ حَیْثُ یَشَاءُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : اَللّٰھُمَّ ! مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ ! صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰی طَاعَتِکَ

(صحیح مسلم:6750)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے: ”تمام بنی آدم کے دل رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ایک دل کی طرح ہیں، جسے چاہتا ہے اُسے پھیر دیتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَللّٰھُمَّ ! مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰی طَاعَتِکَ اے اللہ! دلوں کو پھیرنے والے! ہمارے دِلوں کو اپنی اطاعت پر پھیر دے“۔

دل ایک جگہ رہتا نہیں۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ دعا کیا کرتے تھے:

یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ! ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ (جامع ترمذی:3587)

”اے دلوں کو بدل دینے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھنا۔“

یا اللہ! میرا دل خراب نہ ہونے دینا۔

یا اللہ! میرے دل کو پھرنے نہ دینا۔

یا اللہ! اس دل کی توجہ کسی اور جانب ہونے نہ دینا۔

میرے بس میں نہیں ہے یہ آپ کا معاملہ ہے۔

یا اللہ! آپ میری مدد فرمائیے۔

ہمیں پتہ چلتا ہے کہ دل سب سے زیادہ متاثر ہونے والی چیز ہے۔ جو یہ کہتا ہے کہ میرا دل متاثر نہیں ہوتا، میں بڑا ہو گیا ہوں، وہ حق پر نہیں ہے، وہ اپنے آپ کو negate کرتا

ہے، اپنے معاملات کو negate کرتا ہے اور آپ دیکھیں کہ قلب کس کس چیز کے اثرات قبول کرتا ہے؟ انسان جو غذا کھاتا ہے اس کا بھی اثر ہے۔ ذرا سوچیے! انسان اگر زیادہ کھانا کھالے تو کیا دل متاثر ہوتا ہے؟ دل خراب ہوتا ہے، بوجھل ہو جاتا ہے، ایک اثر ہے جسمانی طور پر لیکن اثرات اور بھی مرتب ہوتے ہیں۔

طالبہ: دل کی دھڑکن [heart beat] تیز ہوتی ہے اور مزاج میں فرق آتا ہے۔

استاذہ: یہ ہے اصل بات۔ انسان کھائے تو اس کا دل بدل جائے، نہ کھائے تو اس کا دل بدل جائے، ہائے اس دل کا کیا کریں؟ اس نے بدلنا ہی بدلنا ہے۔ دل کی فکر کر لیں، دل بچا لیں! دل بچے گا تو گھر بچیں گے۔ دل بچے گا تو دنیا بچے گی۔ لہٰذا دل بچانے ہیں۔

طالبہ: ایک کورس رکھ لیں ''دل بچاؤ''۔

استاذہ: یہ کورس رکھا ہوا تو ہے الحمدللہ۔ یہ دل بچاؤ کورس ہی تو ہے۔ کیا آپ کا دل بچ رہا ہے؟ پتہ لگ رہا ہے دل کا معاملہ؟

طالبہ: اتنا نازک معاملہ ہے۔

طالبہ: ایک دفعہ میری کلاس فیلو نماز پڑھنے لگیں، پڑھنے کے بعد کہتی ہیں میں تمہیں ایک بات بتاؤں؟ میں نے کہا: بولیں۔ کہتی ہیں کہ میں نے جیسے ہی اللہ اکبر کہہ کر نیت کی تو میرے ذہن میں خیال آیا کہ دل تو رب کا ہے۔ یہ بات زندگی میں ہمیشہ یاد رکھنا کہ دل تو رب کا ہے اور جب میں یہ پیغام خود کو دیتی ہوں کہ دل تو رب کا ہے تو بہت اچھا اثر پڑتا ہے۔

استاذہ: جی ہاں! تو ہم دیکھ رہے تھے کہ غذا کے دل پر اثرات ہوتے ہیں، مزاج پر اثر ہوتا ہے۔ چلیں دیکھتے ہیں مزاج پر کیسے اثر ہوتا ہے؟ کوئی شخص گوشت زیادہ کھاتا ہے تو

اس کا مزاج بدل جاتا ہے، اس کے اندر کیا چیز اُبھرتی ہے؟ اور پھر اس کے نتیجے میں دل کے اندر کیا ابھرتا ہے؟

طالبہ: Bio chemically تو یورک ایسڈ بڑھتا ہے لیکن اس کے وہ اثرات جن کے حوالے سے ہم پڑھ رہے ہیں تو شہوت بڑھتی ہے۔

استاذہ: انسان کے اندر خواہشات کی کثرت ہو جاتی ہے، ایسے کھانے زیادہ کھانے سے شہوت بڑھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے گوشت کھانے سے منع نہیں کیا لیکن جو اثرات پیدا ہو رہے ہیں، ان کو ہینڈل کرنے کی بھی فکر کر لیں۔ جتنا زیادہ انسان کھانے کی طرف توجہ رکھتا ہے، اچھے کھانے کھاتا ہے، اتنا زیادہ اس کے لیے مشکلات پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں۔

اب مشکل پیدا ہو گئی اب کیا کریں؟ اپنا جائزہ لیتے ہیں۔ اب اپنے حالات کو بدلنے کی کوشش کرنی ہے، کھانے کو سادہ کرنا چاہیے۔ آپ دیکھیں کہ غذائی ماہرین اور حکماء کہتے ہیں کہ ہفتے میں ایک بار زیادہ سے زیادہ آپ کتنا گوشت کھا سکتے ہیں؟ چھوٹے چھوٹے چار ٹکڑے، تبھی آپ controlled رہ سکتے ہیں، اس سے زیادہ کھائیں گے تو آپ کی صحت متاثر ہوگی، وہ لوگ صحت کے اعتبار سے بات کرتے ہیں۔ پھر آپ دیکھیں کہ جس طرح سے Rosted کھانے ہم کھاتے ہیں اور بڑی مقدار میں جس طرح گوشت کھایا جاتا ہے، اس کی وجہ سے بعد میں معاملات ہینڈل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ بھی گوشت کھاتے تھے لیکن اگر ہم اپنے دستر خوان پر دیکھیں تو بہت سے کھانے ایک ہی وقت میں لگے ہوتے ہیں۔

طالبہ: Pig کا گوشت کھانے سے اسی لیے منع کیا گیا ہے کہ اس میں شہوت زیادہ ہوتی ہے۔

استاذہ: جی ہاں۔ کیا یہ بات پتہ چل گئی کہ غذا کے انسان پر کیا اثرات ہوتے ہیں؟ کچھ غذاؤں سے شہوت بڑھ جاتی ہے، کچھ غذاؤں سے غصہ بہت آتا ہے۔ ایک اور پہلو کے اعتبار سے دیکھتے ہیں۔ یہ جو خوابوں کی تعبیر کا علم ہے تو ماہرین بتاتے ہیں کہ جو غذا انسان کھاتا ہے اس کی وجہ سے خواب بھی بدل جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر امام ابنِ سیرین کہتے ہیں کہ اگر آپ نے بینگن کھائے ہیں تو آپ کو خواب میں موٹے موٹے حبشی نظر آئیں گے (طالبات کے دبے دبے قہقہے) یعنی خواب میں جو شکلیں دکھائی دیتی ہیں وہ بھی مختلف طرح کی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ انسان پر اثر ہوتا ہے، کھائے تھے بینگن اور نظر آئے حبشی۔ انسان تو بڑے خطرے میں ہے، کھا لے تب، دیکھ لے تب، پڑھ لے تب اور خیال آ جائے تب۔

انسان خطرے میں ہے۔ انسان کا دل خطرے میں ہے۔

غذا کے مزاج پر اثرات مرتب ہوتے ہیں، انسان کی شہوت کو تحریک ملتی ہے، وہ زیادہ motivated ہو جاتا ہے اور پھر منہ زور خواہشات منہ زور گھوڑے کی طرح ہوتی ہیں، لگام ڈالنے سے بھی قابو نہیں آتیں، جیسے کبھی کبھار منہ زور گھوڑا اپنے سوار کو گرا دیتا ہے، کچل کر چلا جاتا ہے، ایسے ہی خواہشات بعض اوقات انسان کو انسانیت سے گرا دیتی ہیں۔ انسان کے اندر کی انسانیت متاثر ہو جاتی ہے، دل بدلتا ہے، دل کے اندر خیالات بدلتے ہیں اور یہ تغیر آتا رہتا ہے، مسلسل ہے۔ لہٰذا دل کے اندر پیدا ہونے والے خیالات پر نظر رکھنی چاہیے۔ دل جس چیز کی فکر کرنے لگ جاتا ہے پھر اس کو یاد رکھ لیتا ہے، پھر وہ دل کے اندر سے نہیں نکلتی تو دل کے اندر خیالات، افکار اور اذکار میں بدل جاتے ہیں۔ دیکھیں وہ خیال تھا اور کیا بن گیا؟ حافظے کا حصہ، غور و فکر کیا تو پھر کیا بن گیا؟ ذکر، یاد اور [bitter memories] تلخ

یاد یں۔

آپ دیکھیں دل کے اندر کیا چیزیں موجود ہیں؟ کچھ افکار ہیں، کچھ اذکار ہیں، کچھ یادیں اور کچھ فکریں۔ یہ یادیں، یہ افکار انسان کی زندگی کو متاثر کرتے ہیں۔ انسان پر خیالات تب غالب آتے ہیں جب وہ غافل ہوتا ہے، جب وہ alert نہیں ہوتا، conscious نہیں ہوتا۔ لہٰذا concious رہنے کی ضرورت ہے، قرآنِ حکیم میں آتا ہے:

لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ (الانبیاء:3)

''دل ان کے غافل ہیں۔''

اور غفلت کہاں سے آتی ہے؟ رب العزت فرماتے ہیں:

يُلْهِهِمُ الْاَمَلُ (الحجر:3)

''ان کو غفلت میں ڈالا ہے لمبی لمبی امیدوں نے۔''

آرزوئیں، خواہشات، تمنائیں۔ پہلے دل کے اندر آپ نے خواہشات کو جگہ دی، اب وہ خواہشات انسان کو مزید غافل کرتی ہیں، اور زیادہ غفلت میں مبتلا کرتی ہیں۔ آپ دل کے معاملے کو سادہ نہ سمجھیں کہ خیالات سیدھے سیدھے آرہے ہیں اور گزر گزر کر جا رہے ہیں، دل تو گھن چکر ہے، جو چیز اندر آتی ہے یوں اندر اندر اندر، عین بیچ میں جا کر بیٹھ جاتی ہے اور جو اندرونی حصہ [inner core] ہے وہ بہت زیادہ جکڑا ہوا ہے۔ اندر تک وہ بات پہنچتی ہے جس کے اوپر ہم نے زیادہ محنت کی ہوتی ہے، زیادہ غور وفکر کیا ہوتا ہے، زیادہ یاد رکھی ہوتی ہے اس بات کے زیادہ گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ آپ اپنی زندگی کے بارے میں سوچیے کہ آپ کن چیزوں کو زیادہ یاد کرتے ہیں؟ کن پر زیادہ غور وفکر کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسَاهُمْ اَنْفُسَهُمْ (الحشر:19)

’’ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی جانیں بھلا دیں۔‘‘

اس بات میں کتنی خیر خواہی، محبت اور ہمدردی محسوس ہوتی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ایسے ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا (الاحزاب:41)

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو۔‘‘

یعنی انسان اگر کسی کو یاد کرے تو وہ رب ہے کیونکہ جب وہ رب کو یاد کرے گا تو زندگی بدلے گی۔ فرمایا:

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد:28)

’’خبردار رہو! اللہ تعالیٰ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا کرتا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ کی یاد سے، اس کے ذکر سے دل ٹھکانے رہے گا اور آپ دیکھیں کہ دل کو ٹھکانے رکھنے والی چیز کیا ہے؟ فرمایا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:9)

’’ہم نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔‘‘

’الذّکر‘ سے مراد ’القرآن‘ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّہٗ تَذْکِرَۃٌ ج فَمَنْ شَآءَ ذَکَرَہٗ (المدثر54,55)

’’یہ تو ایک نصیحت ہے، اب جس کا جی چاہے اس سے سبق حاصل کرلے‘‘۔

یہ چیز دل کو ٹھکانے رکھنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد، اللہ تعالیٰ کا کلام، اس لیے ضرورت ہے اللہ تعالیٰ کے کلام کی کہ دل ٹھکانے رہے اور دل کو ٹھکانے کون سی چیز نہیں رکھتی؟

خیالات، خواہشات، افکار اوراذ کار۔ ہر ایک کا اپنا ایک انداز کا mind set ہو گیا ہے، مخصوص طرزِ فکر سے، مخصوص چیزوں کو یادر کھنے سے۔ لہٰذا یادر کھنے کے قابل چیزوں کو یاد رکھنا ہے اور باقی سب چیزوں کو دل سے نکالنا ہے۔ جس چیز پر غور وفکر کرنا ہے صرف اسی کو اپنی فکر کا محور ومرکز بنانا ہے۔ اب آپ اس حدیث کو دیکھئے گا:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ مجھے یہ بتایئے کہ ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا آیا ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان صحیفوں میں آیا ہے کہ عقل مند آدمی پر، جب تک وہ اپنے ہوش وحواس نہیں کھوتا، یہ ذمّہ داری ہے کہ وہ اپنے اوقات کو چند حصوں میں تقسیم کرلے: ایک گھڑی ایسی ہو جس میں وہ اپنے رب سے سرگوشی کرے اس کی یاد میں بسر کرے، ایک گھڑی اپنے نفس کا محاسبہ کرے، ایک گھڑی اللہ تعالیٰ کی صنعت اور کاریگری پر غور وفکر کرے، ایک گھڑی اپنی ضروریات کو پوری کرنے میں لگا رہے''۔ (ابن حبان، الحاکم)

لہٰذا فکر اللہ تعالیٰ کی کاریگری پہ کرنی ہے، جو دوسروں نے بنایا، جو دوسروں نے کیا وہ غور وفکر کی چیز نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ خواہشات کی اگر ضرورت ہے تو ایک گھڑی کے لیے، ایک حصہ ایسا ہو سکتا ہے جہاں پر تھوڑی بہت فکر آجاتی ہے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ دنیا کی ضروریات بھی پوری کرنی ہیں لیکن اب آپ کو صحیح حیثیت [status] پتہ چل گئی ہے۔ اب آپ اپنی نوٹ بک پر دل بنائیں اور دل کے کام لکھیں۔ آپ لوگوں میں سے جس نے سائنس پڑھی ہے، کوئی بتائے گا کہ دل کے خاص خاص کام کیا

ہیں؟ اب اسی سے اگلی چیز بھی سیکھیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

طالبہ: سارے جسم سے گندا خون دل میں جاتا ہے اور وہاں سے صاف خون سارے جسم کو سپلائی ہوتا ہے، دل خون پمپ کرتا ہے اور ایک ایک سیل تک پہنچاتا ہے۔

استاذہ: دل ایک ایک سیل تک صاف خون پہنچانے میں معاون اور مددگار ہوتا ہے، ظاہری طور پر خون اور حقیقی طور پر زندگی کو۔ دل کی وجہ سے جسم زندہ رہتا ہے تو جیسے مادی طور پر دل پمپ کرتا ہے، ایک ایک سیل تک خون کو پہنچاتا ہے، گندے خون کو صاف کرواتا ہے تو دل کا ایک سسٹم ہے خون صاف کروانے کا، پھر اس کے بہت سارے معاون اور مددگار ہیں، پھر صاف خون جسم کے ہر حصے تک پہنچاتا ہے، کیا filtration ہوتی ہے؟ دل فلٹر کرواتا ہے؟ یا یہ کہ دل کے اندر جو بھی خون آ جائے بس آ گیا ٹھیک ہے، آگے بھیجو جلدی ہے، دیر ہو جائے گی ایسا ہوتا ہے؟ کبھی نہیں ہوتا، ہمیشہ صاف خون ہی جسم تک پہنچایا جاتا ہے ورنہ تو انسان ختم ہو جائے۔ ایسے ہی purification قلب کا کام ہے، صفائی، ستھرائی اور پھر زندگی کے لیے دل کام کرتا ہے۔ کس طرح سے؟ ذکر سے، اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنے سے، اللہ تعالیٰ کی کاریگری پر غور کرنے سے، اپنے محاسبے سے قلب زندہ رہتا ہے۔ یہ ہیں کرنے والے کام جن کی وجہ سے سچی زندگی ملتی ہے اور دلِ مردہ کون سا دل ہے؟ جس میں اللہ تعالیٰ کی یاد نہیں ہے، جو اللہ تعالیٰ کی کاریگری پر غور نہیں کرتا، جو اپنا محاسبہ نہیں کرتا اور علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

دلِ مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرضِ کہن کا چارہ

ان پرانی بیماریوں کا علاج ایک ہی ہے کہ دل زندہ کر لیں اور دل کی زندگی

کس سے ہے؟ اب یہ آپ کو پتہ لگ گیا کہ کس سے زندگی ملے گی؟ اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور اللہ تعالیٰ کی کاریگری پر غور کرنے سے اور محاسبے سے، یہ ہیں معاون و مددگار۔ آپ دل کی زندگی چاہتے ہیں؟ دل زندہ کرنا چاہتے ہیں؟ تو دل کو زندگی ملتی ہے ایمان سے اور ایمان آتا ہے ذکر سے، ایمان آتا ہے غور وفکر سے، ایمان آتا ہے محاسبے سے۔

دل کی زندگی کے لیے غور وفکر کی ضرورت ہے، محاسبے کی ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد کی تو پھر راستہ کون سا ہو گا؟ کیسے اپنے دل کے اندر یہ سارا سسٹم جاری کر لیں؟ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے وحی کی روشنی بھیجی ہے، کلام بھیجا ہے، یہ کلام دلوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ فرمایا:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (بنی اسرائیل:82)

”ہم اس قرآن کے سلسلۂ تنزیل میں وہ کچھ نازل کر رہے ہیں جو ماننے والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے“۔

نَزَّلَ يُنَزِّلُ تَنْزِيْلٌ سے مراد ہے: آہستہ آہستہ درجہ بدرجہ اتارنا۔ آہستہ آہستہ جو چیز اترتی ہے وہ کہاں تک جاتی ہے؟ رم جھم ہوتی ہے، ہلکی بارش ہوتی ہے تو زمین کے اندر پانی زیادہ اچھا جذب ہوتا ہے اور کیچڑ بہت ہو جاتا ہے۔ یہ کس چیز کی نشانی ہے؟ کہ اندر تک پانی اتر رہا ہے، اس کے مقابلے میں جو تیز بارش ہوتی ہے، ایک ہی دفعہ بارش ہو کر ختم ہو جائے تو زمین جلدی خشک ہو جاتی ہے۔

آپ دیکھیں کہ قرآنِ پاک کیسی رحمت ہے؟ یہ دل کی زندگی کے لیے آیا، دل کی تطہیر، صفائی کے لیے آیا اور رحمت ہے، بہت بڑی blessing ہے، ایسا انعام جو سب نے مانگا نہیں تھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا کوئی صلہ بھی نہیں مانگا، بے غرض انعام ہے لیکن ہے کس کے لیے؟ لِلْمُؤْمِنِيْنَ 'ایمان لانے والوں کے لیے'۔ دل کو زندہ رکھنے والا کلام ہے۔ یہ

کلام کیا سکھاتا ہے؟

☆ایمان ☆احتساب ☆غوروفکر

اذکار بھی اسی میں آتے ہیں، اذکار سے مراد فقط صبح وشام کے اذکار نہیں ہیں اور ذکر سے مراد فقط مخصوص نوعیت کے ذکر نہیں ہیں۔ یہاں اس سے مراد Sweet memories ہیں۔ یادداشتیں صرف وہی نہیں ہوتیں جن کا تذکرہ انسان زبان سے کرتا ہے، یادیں تو انسان کے اندر chains کی صورت میں ہوتی ہیں، ایک کے ساتھ ایک کی کڑی ملی ہوئی، آگے آگے آگے، آپ چلتے چلے جائیں، دل کی گہرائیوں میں اتر جائیں، یادوں کا سلسلہ ختم ہی نہیں ہوتا اور اندر ہی اندر کتنے فولڈز [folds] ہیں ان یادوں کے! تو اللہ تعالیٰ کا تعلق ایسا ہے، ہر فولڈ میں، ہر جگہ، اندر جائیں اور زیادہ، اور گہرا، اور گہرا، گہرائی تک اترا ہوا ایمان، گہرائی تک اتری ہوئی یاد دل کی زندگی کے لیے ضروری ہے لیکن

یہ یادیں غوروفکر سے گہری ہوتی ہیں۔

یہ یادیں محاسبے سے گہری ہوتی ہیں۔

محاسبے سے ایک انسان تڑپتا بہت ہے کہ ہمیشہ ہی مجھ سے غلط ہوتا ہے، مجھے لگتا ہے کہ میرے کام کبھی ٹھیک نہیں ہوں گے لیکن پھر ایک بات اندر سے ابھر کے آتی ہے، Pop up ہوتی ہے اندر سے۔ نہیں! اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے، سمندر کی جھاگ کے برابر بھی گناہ ہوں گے تو وہ ضرور معاف کرے گا، وہ میری غلطیوں سے درگزر کر سکتا ہے، وہ توبہ کرنے والوں پر مہربان ہوتا ہے۔

ایک انسان جو اپنے رب کو اپنی یادوں میں بسائے ہوئے ہوتا ہے اس کی کیا ہی بات ہے! ایسے Pop up ہوتی ہیں یادیں، ایک، دو، تین، چار، آگے آگے آگے۔ کل ہم راستے میں سفید رنگ کے غبارے دیکھ رہے تھے، دل خوش ہو گیا، ایسے جیسے جھاگ ہوتی ہے۔ بچے

جب بلبلے بناتے ہیں تو کئی دفعہ بلبلوں پہ بلبلے بنتے چلے جاتے ہیں، جتنے زیادہ بلبلے بنتے ہیں بچے اور خوش ہوتے ہیں۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی یاد دلوں کے اندر سے pop up ہوتی ہے، ابھرتی ہے، اور اوپر، اور اوپر، اور پورا دل خوشی سے بھر جاتا ہے۔ پھر انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے گرد گھیرا ڈال لیتی ہے اور آپ کبھی محسوس کرتے ہیں کہ کوئی چیز آپ کے دل کو کِلک کرتی ہے، آپ کہتے ہیں پتہ نہیں اندر سے کیا ہو رہا ہے، خود سے خود bubbling ہوتی ہے، باتیں دل کے اندر سے اُچھل اُچھل کر آ رہی ہیں، تو جس سے تعلق ہوتا ہے اسی کی وساطت سے bubbling ہوتی ہے۔ جو یاد آتا ہے، جس کے بارے میں غور و فکر کرتے ہیں، اسی کی bubbling ہوتی ہے۔ آپ دیکھیں کہ دل زندہ تھا، bubbling ہوئی اور پورا دل اسی کے حصار میں آ گیا اور بھول ہی گیا کہ کس خیال نے دستک دی تھی۔ آگے آگے انسان اور زیادہ اللہ تعالیٰ سے تعلق بنانے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو ذکر، افکار اور اذکار محاسبے کی تلخیوں سے بچا لیتے ہیں، محاسبے کی وجہ سے جو پریشانیاں ہوتی ہیں ان سے بچاتے ہیں اور انسان کو آگے چلاتے ہیں۔

یوں ہمیں پتہ لگتا ہے کہ دل کے اندر رب کی یاد، رب کی کاریگری پر غور و فکر اور محاسبہ، یہ انسان کی مدد کرتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ایک انسان اللہ تعالیٰ کے احساس کی دنیا میں جیتا ہے، اس کو کہتے ہیں رب میں جینا، اللہ تعالیٰ کے احساس میں جینا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ زندگی بسر کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ (الحدید:4)

”وہ تو تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو“۔

اس ساتھ کی، اس قربت کی لذت کو وہی محسوس کرتا ہے جو رب کو قریب رکھے اور قریب کیسے رکھیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ [العلق:19]

''سجدہ کرو اور (اپنے رب کا) قرب حاصل کرو''۔

قربانی سے قرب ملتا ہے، صرف بکرے کی قربانی سے نہیں، ہر قسم کی قربانی سے۔ قربانیاں دینے والا اپنے آپ کو کنٹرول کرتا ہے، صبر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ (البقرہ:153)

''یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔

ہم دیکھ رہے تھے کہ دل بدلتا ہے۔ کیسے بدلتا ہے؟ ایک غلط خیال سے پورا دل خراب، پوری زندگی خراب اور ایک اچھے خیال سے، ایک اچھی فکر سے، ایک اچھی memory، ایک اچھی یاد سے پوری زندگی کیسے بدل جاتی ہے! یا تو انسان ایک خیال سے رب کا ہو جائے گا یا رب سے بچھڑ جائے گا۔ آپ رب سے بچھڑنا چاہتے ہیں یا رب سے ملنا چاہتے ہیں؟ ملنا چاہتے ہیں تو

Handle with care

پھر اپنے آپ کو سنبھال لیں، پھر غلط خیال اندر آنے نہیں دینا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''دل میں دو قربتیں ہیں: ایک فرشتے کی قربت ہے جس کا کام خیر کا وعدہ کرنا اور حق کی تصدیق کرنا ہے، جس کو یہ معلوم ہو تو اسے جان لینا چاہیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ دوسری قربت شیطان کی ہے، اس کا کام حق کو جھٹلانا اور خیر سے منع کرنا ہے، جس شخص کو یہ معلوم ہو تو اسے شیطانِ مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

اَلشَّیْطَانُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ (البقرہ:268)

’’شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور شرمناک طرزِ عمل اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے‘‘۔(احیاء العلوم)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

’’دوھم (ھم کہتے ہیں قصد اور ارادے کو جو دل کے اردگرد پھرتے ہیں: ایک ھم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور ایک دشمن کی طرف سے۔ اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو اپنے ھم کے وقت توقف کرے اور اگر وہ ھم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو تو اسے جاری کرنا چاہیے یعنی اس پر عمل کرنا چاہیے اور دشمن کی طرف سے ہو تو اس کے خلاف جہاد کرنا چاہیے‘‘۔(احیاء العلوم)

اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ یا تو ایک انسان کے ارادے کے پیچھے شیطانی وسوسہ کام کر رہا ہوتا ہے یا اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کام کر رہی ہوتی ہے۔ یہ جو دل کے گرد پھرنا ہے یہ سمجھنے کی بات ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ دل ایک بال کی طرح ہے یا ایک ایسی چیز ہے جو کسی چیز کے درمیان میں ہے اور جیسے بیت اللہ کے گرد لوگ طواف کرتے ہیں ایسے ہی انسان کے دل کے گرد کچھ ارادے، کچھ ’ھم‘ طواف کرتے رہتے ہیں جو یا تو شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں یا رحمان کی طرف سے۔ شیطان کی طرف سے ہو تو وسوسے کی شکل میں آتا ہے اور ارادہ بن جاتا ہے اور اگر رحمان کی طرف سے ہو تو یہ الہام ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے کی مدد ہوتی ہے تو ایک انسان کو وسوسے کے لیے اپنا دروازہ نہیں کھولنا چاہیے اور الہام کے لیے فرشتے کی طرف سے جب مدد ہو تو پھر کھول دینا چاہیے۔

ایک اور چیز جو سمجھنے والی ہے وہ یہ کہ دو طرح کے خیالات ہیں جو ارادے بنتے ہیں: الہام اور وسوسہ۔ ان کے اسباب مختلف ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر اصول یہ ہے کہ جیسا سبب ہو ویسا ہی اس کا مسبَّب ہوتا ہے یعنی ویسا ہی سبب پیدا کرنے والا۔ جیسے ایک کمرے

میں اگر آگ جلائی جائے، اس کی روشنی سے کمرے کی دیواریں روشن اور دھوئیں سے چھت سیاہ ہو جائے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ چھت کی سیاہی کا سبب روشنی ہے۔ یعنی اگر کسی نے ایسی آگ جلائی ہے جس سے چھت بھی سیاہ ہوگئی تو دراصل یہ روشنی کی وجہ سے نہیں ہے، اس کا سبب نیچے جلائی جانے والی لکڑی، کوئلہ یا دھواں پیدا کرنے والی چیز ہے۔ اس لیے قصور روشنی کا نہیں ہے۔ اسی طرح دل کے نور اور سیاہی کے اسباب بھی جداگانہ ہیں۔

میں نے یہ بات اس لیے سامنے رکھی ہے کہ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھتے ہیں پھر بھی دل سخت ہو جاتے ہیں، دل پر اثر نہیں ہوتا، زندگی نہیں بدلتی، کیا فائدہ ایسا کلام پڑھنے کا جس کی وجہ سے زندگی نہ بدلے؟ کلام تو حیات بخش ہے، کلام تو زندگی دے سکتا ہے لیکن بات یہ ہے کہ آپ نے کلام کہاں اور کس انداز میں حاصل کیا؟ آپ نے جو طریقہ اختیار کیا وہ اثر انداز ہو رہا ہے۔ آپ اگر اچھی نیت، اچھے ارادے، اچھے طریقے سے پڑھیں گے تو اس کی وجہ سے فائدہ ہوگا اور اگر آپ کی نیت اور ارادہ خالص نہیں ہے تو اس کا نتیجہ بھی ٹھیک نہیں نکلے گا۔ ایک ہی کلام دل کو کیسے سخت کر دیتا ہے اور دل کے اندر کیسے نرمی پیدا کر دیتا ہے؟ یہ آپ کی نیت ہے، ارادہ ہے، یہ خواطر ہیں۔ اگر ایک انسان بری نیت سے کلام اللہ کی طرف رخ کرتا ہے تو اس کا نتیجہ بھی برا ہی نکلے گا اور اچھی نیت، اچھے ارادے سے رخ کرے گا تو اس کا نتیجہ اچھا ہی نکلے گا۔

اسی طرح سے کچھ اور باتیں بھی توجہ طلب ہیں: مثال کے طور پر کس دل کے اندر وسوسے آتے ہیں؟ اور کس دل کے اندر فرشتے کی مدد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشنی ہو جاتی ہے؟ جس دل کے اندر شہوت ہے، غضب ہے، حرص ہے، طمع ہے، لمبی لمبی امیدیں ہیں، وہاں پر یہ شیطانی صفات اگر موجود ہیں تو وسوسے ہی آئیں گے اور اگر ان صفات کو کنٹرول کر لیا جائے تو معاملہ مختلف ہو جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ وَكَّلَ اللهُ بِهٖ قَرِيْنَهٗ مِنَ الْجِنِّ قَالُوْا : وَاِيَّاكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ؟ قَالَ : وَاِيَّايَ اِلَّآ اَنَّ اللهَ اَعَانَنِيْ عَلَيْهِ فَاَسْلَمَ فَلَا يَاْمُرُنِيْ اِلَّا بِخَيْرٍ (مسلم 7108)

”تم میں سے ہر شخص پر ایک شیطان مقرر ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: آپ ﷺ پر بھی یا رسول اللہ ﷺ؟ فرمایا: ”ہاں مجھ پر بھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پر میری مدد فرمائی، وہ مسلمان ہو گیا، وہ سوائے خیر کے مجھے کچھ نہیں کہتا۔“

شیطان کا طریقۂ واردات یہ ہے کہ ہمیشہ خواہشات کے راستے سے آتا ہے، شہوت کے ذریعے سے انسان پر حملہ آور ہوتا ہے، لہٰذا ایک انسان کو اپنی شہوت کی طرف توجہ کرنی چاہیے کیونکہ شہوت ہی شیطان کے غلبے کا ذریعہ ہے۔ شیطان کا بس اسی پر چلتا ہے جو زیادہ خواہشات کی محبت میں مبتلا رہتا ہے۔ اگر ایک انسان کا دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف پھر جائے، وہ اپنی خواہشات کو کنٹرول کرنا شروع کر دے تو شیطان کی گرفت ڈھیلی پڑتی جاتی ہے اور آہستہ آہستہ انسان شیطان کی غلامی سے بچ جاتا ہے۔

جیسے ہم دیکھتے ہیں کہ شیطان کے لشکر کام کرتے ہیں، حدیثِ پاک سے بھی ہمیں پتہ چلتا ہے کہ شیطان اپنا تخت پانی پر رکھ کر لوگوں میں فتنہ وفساد پیدا کرنے کے لئے اپنے ماتحتوں کو بھیجتا ہے جو سب سے زیادہ فتنہ برپا کرتا ہے وہ اس کا مقرب بن جاتا ہے۔ اس کا ایک کارندہ رپورٹ دیتا ہے کہ میں فلاں کے ساتھ چمٹا رہا یہاں تک کہ اُس نے ایسی ایسی بات یعنی کفریہ کلمات کہہ دیے۔ ابلیس اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ تو نے کچھ نہیں کیا۔ ایک اور آ کر کہتا ہے کہ میں فلاں کو بہکانے میں لگا رہا اور میں اُس وقت تک الگ نہ ہوا جب تک میں نے اُس میں اور اُس کی بیوی میں تفریق نہ ڈال دی۔ ابلیس اُس کو گلے لگاتا ہے اور

پاس بٹھا کر مقرب بناتے ہوئے کہتا ہے کہ تو نے اچھا کام کیا ہے۔'' (مسلم 7106)

اس حدیث سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ شیاطین کے لشکر انسانوں کے گرد پھرتے رہتے ہیں، غول کے غول لشکر کے لشکر اور شیاطین چاہتے کیا ہیں؟ دل فتح کر لیں کیونکہ شیاطین کا مستقر، مرکز بھی دل ہی ہے، انہوں نے بھی اپنا کام دل ہی کے اندر رہ کر کرنا ہے۔ اکثر دل شیطان نے قبضے میں کر رکھے ہیں، فتح کر لیے ہیں، دل غلام ہیں، دل شیاطین کے قبضے میں ہیں۔ بس بندۂ مومن کو یہ کوشش کرنی ہے کہ ان دلوں کو شیطان کے چنگل سے چھڑا لے۔ شیطانی لشکر کب غالب ہوتا ہے؟ جب انسان اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے، جب وہ ذکر سے خالی ہوتا ہے۔

پھر واپسی کیسے ممکن ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف واپسی، موت کے وقت تو ہونی ہی ہے لیکن idealy یہ واپسی زندگی میں ہونی چاہیے۔ اس واپسی کے لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ دل شیطان کی گرفت سے آزاد ہو جائے، شیطانی قوت کا آلۂ کار نہ بنے، خالی ہو جائے، یہ کیسے ممکن ہے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''شیطان نے اپنا منہ ابنِ آدم کے دل پر رکھا ہوا ہے، اگر وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو وہ کھسک جاتا ہے اور اگر وہ بھول جائے تو وہ اُس کے دل کو لقمہ بنا لیتا ہے اور یہی وسوسہ ڈالنے والا خنّاس ہے۔'' (مسند ابو یعلیٰ)

اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کا قبضہ سہی لیکن ذکر سے یہ قبضہ ختم ہو سکتا ہے، مسلسل ذکر سے اسے مہلت نہیں ملتی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے فرشتے دل کی وادی میں اتر آتے ہیں، نئی فوج آ گئی۔ جب بھی قبضہ بدلتا ہے، آپ کے ملک میں تو اکثر یہ صورتحال ہوتی ہے، ایک گیا اور ایک آیا، ایک کی فوجیں گئیں دوسرے کی آ گئیں، دل کی دنیا میں فرشتے تب اترتے ہیں جب انسان اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی وجہ سے فرشتے دل کے اندر

داخل ہوجاتے ہیں اورانسان کا معاملہ آسان ہوجاتا ہے۔

آپ دیکھیں کہ ایک فوج اگر قبضہ کرنے کے لیے آگئی ہے تو دوسرے لشکر کو راہِ فرار اختیار کرنی ہی پڑتی ہے۔ جب فرشتے آجاتے ہیں تو شیطان کو اپنے لاؤ لشکر سمیت دل چھوڑنا پڑتا ہے، قبضہ ختم کرنا پڑتا ہے۔ یہ قبضہ جب بدل رہا ہوتا ہے تو دل بہت اُلٹتا پلٹتا ہے اور انسان بہت بے چین ہوتا ہے، پریشان ہوتا ہے کہ اندر پتہ نہیں کیا ہوگیا ہے؟ ہر وقت اندر عجیب tension، پریشانی، گھبراہٹ رہتی ہے، بہت دل گھٹتا ہے کیا کروں؟ کیسے اپنے آپ کو سنبھالوں؟ بس یہ پتہ ہونا چاہیے کہ اندر تبدیلی آرہی ہے، ذرا کچھ وقت کے لیے یہ shifting ہوجائے پھر آسانی ہوجائے گی۔

جیسے پچھلے دنوں پورے پاکستان میں لائٹ چلی گئی تو ہر ایک کی زبان پر یہی بات تھی کہ حکومت بدل گئی، ہر ایک کو پریشانی تھی کہ شاید فوج نے قبضہ کرلیا یا فلاں جرنل نے قبضہ کر لیا، فوجیں داخل ہوگئیں، فلاں جگہ پہ پہنچ گئیں۔ دل کے اندر بھی ایسا ہی ہوتا ہے، یہ درمیان کا پیریڈ کافی ٹینشن والا ہوتا ہے، جیسے اس پیریڈ میں ٹینشن ہوتی ہے جس میں تبدیلی آرہی ہوتی ہے۔ ہر ایک کس چیز کی فکر میں ہوتا ہے؟ اب کیا ہوا؟ اب کیا ہوا؟ خبریں، ٹی وی، ریڈیو، اخبار لیٹ آتا ہے، اب اتنا انتظار کون کرے؟ Updated news چاہیے اور آپ دیکھئے کہ breaking news آنی شروع ہوجاتی ہیں، ہر چینل پہ breaking news، کیوں؟ اندر اتنی ٹوٹ پھوٹ ہورہی ہے، ہر کوئی پریشان ہے، ڈسٹرب ہے، اب کیا ہوگا؟ ایسے ہی یہ جو درمیان کا پیریڈ ہوتا ہے تکلیف دہ ہوتا ہے لیکن زیادہ عرصے کا نہیں ہوتا، انسان ذکر کرنے پر جمارہے تو فرشتے پوری طرح سے کنٹرول سنبھال لیتے ہیں۔

عُبیدہ العدوی کہتے ہیں کہ میں نے علیٰ ابنِ زیدہ سے اپنے دل میں پیدا ہونے والے وسوسوں کی شکایت کی تو انہوں نے کہا کہ ''اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی گھر میں چور گھس

جائیں۔ اگر اس گھر میں کچھ ہوا تو وہ چور لے ہی جائیں گے اور کچھ نہ ہوا تو انہیں ناکام واپس جانا ہوگا‘‘۔(احیاء العلوم)

اس مثال کے ذریعے ابنِ زیاد نے بتایا کہ ہوائے نفس سے یعنی نفس کی خواہشات سے خالی دل میں شیطان داخل نہیں ہوتا، وہاں اس کے کام کی کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ دل پاک کرنا ہے اور کیسے کرنا ہے؟

؎ نظر پاک ہے تیری تو دل بھی پاک ہے تیرا

ظاہری حواس، نظر، سماعت، زبان، انسان کی ساری senses، پھر باطنی حواس، خیال، ذکر، فکر اور احساس کنٹرول کرلیں۔ کنٹرول کرنے کا مطلب کوئی بوجھ نہیں ہے، کنٹرول کرنے کا مطلب ہے حکومت کرلیں، اپنے دل کو خود سنبھال لیں، دل پر فتح حاصل کرلیں۔ آپ نہیں کریں گے تب بھی دل نے تو مفتوح ہو ہی جانا ہے، پھر شیطان کرلے گا، لہٰذا اپنا دل سنبھال لیں۔ آپ کا دل کسی کے قبضے میں ہے، دل سنبھال لیں، کسی اور کا قبضہ ہونے نہیں دینا، دل کی بستی کو خدا کی بستی بنادیں، یہی ہے کرنے والا کام۔ اب آپ کو پتہ لگ گیا کہ دل کیسے بدلتے ہیں؟

کلاس میں کیے جانے والے سوالات اور ان کے جوابات

طالبہ: خیالات اگر بہت زیادہ آئیں اور اعوذ باللہ پڑھنے کے باوجود فرق نہ پڑے تو کیا کریں؟ اور اگر گانے کے کچھ بول کانوں سے چپک جائیں اور پھر نہ نکلیں تو کیا کریں؟

استاذہ: ذکر کریں، مسلسل ذکر، اللہ تعالیٰ کو یاد رکھیں، اپنے دل کو ذکر سے تر رکھیں، انشاء اللہ فرق پڑے گا لیکن آپ نے کہا کہ خیالات اگر بہت زیادہ آئیں تو دیکھیں کہیں دل خواہشات کا مرکز تو نہیں ہے؟ اگر خواہشات زیادہ ہیں تو جائزہ لیں کہ کہاں کہاں سے کون کون سی چیز دل کے اوپر تیر پھینک رہی ہے؟ اپنے دل کی حفاظت کر لیں۔ پہلے آپ اپنے دل کو خواہشات سے پاک کریں گی تو انشاء اللہ تعالیٰ پھر خیالات اثر انداز نہیں ہوں گے۔

گانے کے کوئی بول کانوں سے چپک جائیں تو جائزہ لیجئے: یہ بول کہاں سے آتے ہیں؟ ایسی جگہوں سے گریز کریں، خود کو بچائیں۔ پھر بھی اگر کانوں میں پڑ جائیں تو اعوذ باللہ پڑھیں لیکن مسلسل ذکر کریں۔ اللہ تعالیٰ کے آگے اپنا معاملہ رکھیں، اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں، اس سے مدد مانگیں، انشاء اللہ تعالیٰ آسانی ہوگی۔

طالبہ: ہم نے حدیث پڑھی تھی کہ ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں تھا کہ دن کے اوقات کو چار حصوں میں تقسیم کرنا ہے تو جب میں یہ سوچتی ہوں تو میں سمجھتی ہوں کہ میرا ٹائم ٹیبل تو ایسا ہے، اس کو میں کیسے divide کروں؟ دن کو totally تقسیم کرنا ہے یا؟ فلاں کام پر اتنا ٹائم لگائیں، فلاں پر اتنا لگائیں؟

استاذہ: زندگی کو اس طرح کے خانوں میں مت بانٹیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ آپ کی زندگی کیسے گزر رہی ہے؟ یہ دیکھیں خواہشات کہاں کہاں ہیں؟ آپ کے پاس بہت زیادہ خواہشات کے لیے ٹائم بچتا ہے؟ ذاتی ضروریات کے لیے کتنا وقت ہے؟ آپ اپنے اوقات کو اس لحاظ سے دیکھیں کہ میرے منفی کام [negative activities] کون کون سے ہیں جو میرے لیے رکاوٹ بن رہے ہیں؟

طالبہ: دل پہ دو طرح کی دستکیں ہوتی ہیں: ایک ہوتی ہے شیطان کی طرف سے اور اس کے لیے factor ہوتا ہے ارد گرد کا ماحول، الہام کے لیے کیا factor ہوتا ہے؟

استاذہ: ماحول اور اپنی کوشش، ذکر، اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا، غور و فکر کرنا، علم حاصل کرنا، علمی ماحول میں، علمی مجالس میں رہنا، اچھی صحبت میں رہنا، دعوت کا کام کرنا۔ دعوت کی وجہ سے زیادہ اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

طالبہ: ہم کس طرح سے ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کریں؟ مجھے سمجھ نہیں آتا کہ کیا خیال ہو؟ تسبیحات بھی کرتے رہتے ہیں لیکن ایسا لگتا ہے کہ جیسے بہت سنجیدگی نہیں آجائے گی؟ بہت خشک نہیں ہو جائیں گے؟

استاذہ: نہیں خشک نہیں ہوں گے، اسی سے تو تر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہی تو انسان تر رہتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ سنجیدگی انسان کی زندگی کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ

سنجیدگی کی وجہ سے ہی اپنی آخرت کے لیے تیاری ہو سکتی ہے non serious طالبِ علم کو آپ کیا کہیں گے جس کا صبح پیپر ہو اور شام کو وہ ادھر ادھر پھر کر آوارہ گردی کرتا رہے کہ اب میں کیا کروں؟ میری زندگی بہت بور ہو جائے گی! تو دنیا میں آئے کس لیے ہیں؟ یہ دیکھیں۔ ہم ایک سیریس کام کے لیے آئے ہیں اس سیارے [planet] پر، لہٰذا ہمیں اپنے سنجیدہ مقصد کو بھولنا نہیں چاہیے۔ اس seriousness کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان سوجا ہوا منہ لے کر بیٹھ جائے، نہ اس کے چہرے کے تاثرات کبھی درست ہوں، نہ کبھی ڈھنگ سے وہ بات کرے، اس طرح کا معاملہ نہیں چاہیے اور آپ کہتے ہیں کہ خیال نہیں آتے، برے خیالات سے جان چھوٹے گی تو اچھا خیال آئے گا، جن کاموں میں مصروف رہتے ہیں اس وجہ سے اچھا خیال نہیں آتا۔ اس کے لئے گنجائش بنائیں جگہ بنائیں۔

طالبہ: میں گھر جاتی ہوں تو مجھے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ میں ہر کسی کو دیکھتی رہتی ہوں، ہر وقت سوچتی رہتی ہوں اور خاموش ہی رہتی ہوں۔

استاذہ: اللہ تعالیٰ نے تو کہا ہے:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (الضُّحٰی:11)

”اور اپنے رب کی نعمت کا اظہار کرو“۔

آپ کو کس نے کہا ہے خاموش ہو جائیں؟

؎ وہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقتِ قیام آیا

جب بولنے کا وقت آتا ہے تو آپ خاموش ہو جاتے ہیں، یہ seriousness نہیں چاہیے کہ آپ خاموش رہیں۔ آپ باتیں کریں، انسانوں سے گھلیں ملیں، ان سے شیئر کریں، کیا یہ نیکی کے کام نہیں ہیں؟ آپ ان کو اچھی باتیں بتائیں، ان کے

حقوق ادا کریں، سارے ہی کام کرنے ہیں تو یہ خاموش رہنے کو کس نے کہا؟ یہ تو قطع رحمی ہے، قطع تعلقی ہے۔ یہ سمجھنے کی بات ہے کہ دین کیسی سنجیدگی [seriousness] چاہتا ہے؟ مقصد کے ساتھ commitment جو ابھی ہے نہیں لیکن یہ seriousness کس قسم کی ہے؟ یہ تو آپ کی بدگمانیوں کی وجہ سے پیدا ہونے والا روّیہ ہے کہ آپ ہر وقت اپنی ذات کی بڑائی کے احساس میں گم ہیں جس کی وجہ سے آپ ایسی ہوگئی ہیں۔ بدگمانی ہوتی ہی تب ہے جب ایک انسان اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے، دوسرے کی ہر بات بری لگتی ہے، اپنے خلاف لگتی ہے، لگتا ہے کہ کسی نے پتھر پھینکا ہے تو آپ تو پتھروں پہ غور وفکر کر رہی ہیں کہ کون سا پتھر آیا؟ کیوں آیا؟ مجھے کہا تو کیوں کہا؟ میری بات ساری دنیا میں گئی، لوگ کیا سوچتے ہوں گے؟ میری بے عزّتی [insult]، میری فیملی کی بے عزّتی [insult] اور اپنے رویے کی وجہ سے کبھی نہیں سوچا کہ اللہ تعالیٰ کی کیا بے عزّتی [insult] ہے؟ اللہ تعالیٰ زندگی میں شامل جو نہیں ہے اور شامل کرنے سے پہلے یہ بھی سوچ رہے ہیں کہ شامل کر لیا تو بہت بور ہو جائیں گے (نعوذ باللہ)۔ ابھی زندگی کی حقیقت نہیں سمجھی، زندگی کا مقصد سمجھ میں نہیں آیا کہ پیدا کیوں ہوئی تھی؟ اپنے پیدا ہونے کا غلط مقصد ذہن میں بٹھا لیا کہ شاید گپ شپ کرنا زندگی کا مقصد ہے یا اچھا کھانا پینا یا اپنے رشتہ داروں میں بیٹھ کر سارا وقت ضائع کر دینا زندگی کا مقصد ہے، لہٰذا مقصد کو سمجھنا ضروری ہے۔

طالبہ: آپ نے بتایا کہ اذکار اور افکار محاسبے کی تلخیوں سے بچا لیتے ہیں۔ تھوڑا سا اس کو واضح کر دیں؟

استاذہ: انسان جب اپنا محاسبہ کرتا ہے تو اسے لگتا ہے کہ میری غلطیاں دور نہیں ہوں گی، اس کے اندر تلخی آتی ہے کہ پھر میں نے وہی کام کیا! ابھی بھی ٹھیک نہیں ہوئی! ابھی بھی نہیں! ابھی بھی نہیں! حالانکہ مسلسل کوشش کر رہی ہوں تو انسان

اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہے۔اس کی وجہ سے اسے یقین آتا ہے کہ ہاں اللہ تعالیٰ معاف کرے گا اور مجھے ضرور آگے چلائے گا۔ جو رب یہاں لے آیا ہے وہ انشاء اللہ آگے بھی لے جائے گا۔ یہ خیال باہر سے نہیں آئے گا یہ تو اندر سے pop-up ہوگا۔کلیئر ہو رہی ہے یہ بات کہ القاء کا کیا مطلب ہے؟ ڈالا کیسے جاتا ہے؟ باہر سے آتا ہے۔

طالبہ: دل کی خرابیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جو پہلے موویز اور گانے دیکھے اور سنے ہوئے ہیں وہ کیسے ذہن سے نکلیں؟ وہ نہیں نکلتے۔ کچھ نکل گئے ہیں، کچھ ابھی بھی ہیں، جو بہت پسند تھے وہ نہیں نکلتے۔

استاذہ: شفٹنگ [shifting] کرنی پڑتی ہے۔آپ کے گھر میں آپ کا فرنیچر بہت پرانا ہو گیا، آپ کے کپڑے بہت پرانے ہو گئے، آپ ان کپڑوں کو اس وقت تک نکال نہیں سکتے جب تک کہ انہیں غیر ضروری نہ سمجھ لیں ورنہ آپ رکھے رہیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ جب آپ پیدا ہوئی تھیں آپ کی جو پہلی شرٹ تھی آپ کی امی نے وہ بھی رکھی ہوئی ہو لیکن نہیں رکھی ہو گی۔ کیوں؟ غیر ضروری محسوس کی حالانکہ وہ ٹھیک ٹھاک تھی۔ جب تک آپ ان خیالات کی کراہت کو محسوس نہیں کریں گی، ان کے نتائج پر غور وفکر نہیں کریں گی، کبھی انہیں ذہن سے نہیں نکال سکتیں۔

طالبہ: اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے بھی کوئی اور خیال آجاتا ہے، ذہن بھٹک جاتا ہے۔کیا کریں؟

استاذہ: اگر آنکھیں، کان اور زبان ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہیں تو اور خیال نہیں آتے۔

نضرۃ النعیم سیریز پارٹ-1
دل بدلے تو زندگی بدلے
استاذہ نگہت ہاشمی
کی سی ڈیز، کیسٹس اور پمفلٹس
پڑھیے اور پڑھوائیے
سنیے اور سنوائیے
www.alnoorpk.com

میرا پیغمبر عظیم تر ہے

استاذہ نگہت ہاشمی کی سی ڈیز، کیسٹس اور پمفلٹس

پڑھیے اور پڑھوائیے سنیے اور سنوائیے

1۔ عظیم شخصیت
2۔ عظیم اخلاق
3۔ عظیم مُعلّمِ انسانیّت
4۔ عظیم منتظم
5۔ عظیم معاشی ومعاشرتی اُسوہ
6۔ عظیم داعی